© rasailojaraid.com

صرف اپنی جان بچانا ہے۔ ایک بوسنیائی خاتون نے روتے ہوئے اپنی بپتا سنائی۔ اس نے کہا کہ ظالموں نے میرے شوہر اور میرے بیٹے کو ہلاک کر دیا۔ انہوں نے میرا گھر جلا ڈالا۔ ایک پناہ گزین توفیق محرم نے بتایا کہ وہ اپنے گاؤں کو رتنک کا واحد شخص ہے۔ جو اپنی جان بچانے میں کامیاب ہوا۔ ۲۰ جون کو سربیائی ملیشائی کے جوانوں نے اس گاؤں کے ۷۵ نوجوان بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو ایک مکان کے تہ خانہ میں بند کرکے انہیں دستی بموں سے ہلاک کر دیا۔ ان کی چیخ پکار سنکر یہ وحشی دیوانہ وار رقص کرتے اور ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے تھے۔

بوسنیا کے ایک شہر بوسانسکی نووی میں تمام مسلمانوں کو ملازمتوں سے برطرف کر دیا گیا ان کے گھر جلا دیئے گئے۔ ان کا سارا سامان لوٹ لیا گیا۔ اور انہیں ایک اسٹیڈیم میں کئی روز تک بھوکا پیاسا بند رکھا گیا۔ پھر ایک ایک کرکے ان سے ایسی دستاویزوں پر دستخط کرائے گئے۔ جن کے تحت وہ اپنی تمام منقولہ و غیر منقولہ جائدادوں سے دست بردار ہو گئے۔ یہ چند واقعات ہیں۔ جو ہم نے بیان کئے ہیں۔ ورنہ ظلم وستم کی یہ داستان بہت طویل ہے۔

اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے ایک قرارداد منظور کرکے بوسنیا کو انسانی بنیادوں پر پہونچائی جانے والی امداد کی تقسیم میں حائل رکاوٹوں کو طاقت کے ذریعہ دور کرنے کی منظوری دیدی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ طاقت کا استعمال کون کرے گا۔ کیا اس کے لیے امن فوج بنائی گئی ہے۔ بوسنیا کے مسلمانوں کو فوری طور پر اسلحہ کی امداد اور غذائی ، میڈیکل امداد کی سپلائی کے امکانات فی الحال نظر نہیں آتے۔ اس سلسلہ میں بڑے اسلامی ممالک پاکستان، ترکی، سعودی عرب اور مصر بالکل خاموش ہیں۔ عرب لیگ نے بھی ابھی تک کچھ نہیں کیا ان کا رویہ انتہائی قابل مذمت ہے۔ ادھر امریکی صدر جارج بش صاف کہہ چکے ہیں کہ بوسنیا میں فوجی کارروائی خارج از بحث ہے۔ بوسنیا کے بے یار و مددگار مسلمانوں کی مدد کرنے والا آج کوئی نہیں ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بش کی عراق دشمنی

امریکی صدر جارج بش کے لئے عراق اور اس کے صدر صدام حسین، صرف خطۂ عرب کے لئے نہیں، بلکہ ان کی ذات کے لئے بھی ایک مسئلہ ہیں۔ جارج بش اور ان کے اتحادیوں فرانس، برطانیہ کی نیند آج کل اس لئے حرام ہے کہ خلیجی جنگ میں اتنا بڑا دھکا لگنے کے بعد بھی عراق، پروان چڑھ رہا ہے۔ اور وہاں صدر صدام حسین براجمان ہیں ان کے خیال کے مطابق صدام حسین کے خلاف اب تک بغاوت ہو جانی چاہیئے تھی۔ اور عراق کی تقسیم ہو جانا چاہیئے تھی۔ بش کی عراق پالیسی بنیادی طور پر ناکام رہی۔ کویت کو اگرچہ آزاد کرا لیا گیا۔ لیکن امریکی رائے عامہ کو وہ نہ جیت سکے۔ اب جبکہ نومبر میں صدارتی چناؤ سامنے ہیں۔ اور اپنے مدمقابل کلنٹن سے وہ پیچھے ہیں انہوں نے رائے عامہ کو جیتنے کے لئے ایک اور چال چلی۔ امریکہ نے اپنے اتحادیوں فرانس اور برطانیہ کے ساتھ میں۔ عراق کے جنوبی حصہ میں اپنے طیارے اتار دیئے۔ اور اس کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ عراقی فوج کو اس خطہ میں شیعہ باغیوں کے خلاف کارروائی نہ کرنے دی جائے گی۔ اور عراقی طیاروں کی آمد روک دی جائے گی۔ عراقی شیعوں کے ساتھ جارج بش کی یکایک یہ ہمدردی محض اس لئے ہے کہ وہ اس طرح صدام کے اقتدار کو ہلاکر، خلیجی جنگ کے ناکام مقاصد کو کامیاب کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ عراق کو تین خطوں میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں یا شیعہ جنوبی عراق، شمالی کرد عراق اور وسطی یا عراق عرب، کیا وہ اپنے اس منصوبہ میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اسے تو تاریخ ہی بتائے گی۔ مشرق وسطی کا منظر اب بدل چکا ہے۔ ۱۹۲۰ء میں جب سلطنت عثمانیہ کے پارہ پارہ ہونے کے بعد مغربی طاقتوں نے عرب ممالک کو الگ کیا تھا۔ وہ وقت اور ماحول اور تھا۔ آج کا ماحول قطعی مختلف ہے۔ آج مشرقِ وسطی کا ہر باشندہ مغرب کی عیاری ومکاری سے پوری طرح ہوشیار ہو چکا ہے۔ تقسیم فلسطین اور اسرائیل کی تشکیل کا تلخ تجربہ عربوں کے ذہن سے دور نہیں کیا جا سکا۔ قلب عرب میں ناسور کے طور پر اسرائیل کو وجود میں لانے کا

© rasailojaraid.com